Journal of World Religions and Interfaith
ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)
Vol. 4, Issue 1, Spring (January-June) 2025, PP. 47-80
HEC Recog. no. 2(27)HEC/R&ID/RJ/24/630, Date: 16/4/2025
HEC:https://www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/List%20of%20national%20journals%20on%20web-1.pdf
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/240
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/2274
Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title Qur'anic Citations in Karen Armstrong's "Muhammad: A Prophet for Our Time"

Author (s):
Dr. Abdul Rehman
Assistant Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan.
Rukhsana Tabassum
PhD Research Scholar, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
Syed Adeel Shah
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, Al-Hamd Islamic University, Islamabad.

Received on: 20 May, 2025
Accepted on: 15 June, 2025
Published on: 30 June, 2025

Citation: Dr. Abdul Rehman, Rukhsana Tabassum, & Shah, S. A. (2025). Qur'anic Citations in Karen Armstrong's "Muhammad: A Prophet for Our Time". *Journal of World Religions and Interfaith Harmony*, *4*(1), 47–80. Retrieved from https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/2274

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

کیرن آرمسٹرانگ کی تصنیف "محمد: دا پرافٹ آف آور ٹائم" میں آیاتِ قرآنیہ سے استشہاد

Qur'anic Citations in Karen Armstrong's "Muhammad: A Prophet for Our Time"

Dr. Abdul Rehman
Assistant Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan. Email: onlyimran2010@gmail.com

Rukhsana Tabassum
PhD Research Scholar, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan. Email: tabassumrukhsana9@gmail.com

Syed Adeel Shah
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, Al-Hamd Islamic University, Islamabad. Email: syedadeelahmedgilani@gmail.com

Abstract

Karen Armstrong is one of the leading orientalists interested in the study of Islam. She has published two books on the biography of the Prophet Muhammad (PBUH). One of them is titled "Muhammad: The Prophet of Our Time". In this book, the author has presented a number of discussions in a narrative and analytical manner on various aspects of the life of the Prophet Muhammad (PBUH). At some points, Karen has provided answers to the objections of non-Muslim writers regarding prophetic role of the Prophet Muhammad (PBUH), however, in many places, she has maintained the continuity of the Orientalist narrative. In her book, she has presented some verses of the Holy Quran as evidence to raise doubts and suspicions regarding the personality of the Prophet Muhammad (PBUH), his character, his companions and wives, and has tried to prove that the doubts she has presented are based on Quranic verses. When an ordinary reader reads this book, he may be confused by seeing a new narrative related to the Holy Quran and Prophet (PBUH) at the same time. Therefore, it is necessary to identify from an Islamic perspective those parts of Karen's book in which the objections are based on the Holy Quran. This article fulfills this need.

Keywords: *Islam, Sirah, Prophet Muhammad (PBUH), Orientalism, Karen Armstrong*

تعارف

مقالہ ہذا میں سیرت النبی ﷺ پر کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong) کی زیر بحث کتاب کا نام "Muhammad: The Prophet of Our Time" ہے۔اس کتاب کو پہلی دفعہ 2006ء میں معروف مغربی ناشر "HarperCollins" کی جانب سے شائع کیا گیا تھا۔ واقعات سیرت کی توضیح میں مصنفہ نے درجنوں مقامات پر قرآن مجید سے استشہاد کر رکھا ہے۔ بعض مقامات پر یہ استشہاد بیانیہ اسلوب میں سامنے آتا ہے اور متعدد مقامات پر اس کی نوعیت تبدیل ہو کر تنقیدی یا تجزیاتی ہو جاتی ہے۔اس لیے عام قاری کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مصنفہ کس مقام پر توصیفی اور توضیحی مقاصد کے تحت قرآن مجید سے استفادہ کرتی ہیں اور کون کون سے مقامات پر استشہاد بالقرآن کا مقصد سیرت النبی ﷺ کے ساتھ ساتھ قرآن مجید پر تنقید کرنا ہے۔ مقالہ ہذا میں کتاب کے ان حصوں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے جن حصوں میں کیرن آرمسٹرانگ نے مسلم اسلوب و منہج کے بجائے روایتی استشراقی اسلوب کی پیروی میں نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے مقدس گوشوں کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے قرآن مجید کی آیات کو بطور دلائل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

قرآن مجید بطور مصدرِ سیرت

ابتداء میں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کیرن نے قرآن مجید کو سیرت کا مآخذ تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کا خیال ہے کہ:

> It does not contain a straightforward account of Muhammad's life[1]
>
> اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن میں حضور ﷺ کی زندگی کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم نہیں کی گئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان علماء نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن مجید سیرت النبی ﷺ کی کتاب ہے[2]۔ اگرچہ مولانا ابوالکلام آزاد کی خواہش تھی کہ سیرت النبی ﷺ کی کوئی جامع کتاب صرف قرآن مجید کی روشنی میں تیار کی جائے[3] اور انھوں نے اس خواہش کا اظہار مولانا شبلی کی موجودگی میں بھی کیا تھا۔ مولانا شبلی کا خیال تھا کہ یہ کام ممکن ہے لیکن وہ خود اپنی سیرت النبی ﷺ

[1] Karan Armstrong, Muhammad: A Prophet of our time, Harper One, New York, (2006), P. 4

[2] اگرچہ حضرت عائشہ کا فرمان معروف ہے کہ "کان خلقه القرآن" نبی اکرم ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل و من نام عنہ او مرض، ح:746) لیکن اس میں آپ ﷺ کی عادات و سنن کا ذکر ہے۔

[3] ابوالکلام آزاد، رسول رحمت، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، (1970ء)، ص473، 474

میں اس کا کوئی عملی نمونہ پیش نہیں کر سکے تھے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ مولانا آزاد کی خواہش اور مولانا شبلی کے دعویٰ میں مبالغہ تھا۔ اسی لیے ڈاکٹر ایس ایم زمان نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگرچہ قرآن مجید میں سیرت النبی ﷺ کے گوشوں کو منور کرتی ہوئی متعدد آیات ہیں لیکن محض ان آیات کی مدد سے سیرت النبی ﷺ کا مکمل احاطہ نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ حدیث اور سیرت کی روایات سے استفادہ کرنا ناگزیر ہے[4]۔

لہذا خود مسلمان علماء بھی اس بات پر متفق ہیں۔ لیکن وہ اس کی وجہ بھی بتاتے ہیں کہ قرآن مجید سیرت النبی ﷺ یا تاریخ کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ کتاب ہدایت ہے۔ سیرت کے ضمن میں مسلمانوں کے ہاں اضافی مصادر بھی متداول ہیں لیکن سیرت النبی ﷺ کے ضمن میں قرآن مجید کو بطور مصدر تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کیرن آرم سٹرانگ نے اس موضوع کے دیگر پہلوؤں کا ذکر ہی نہیں کیا ہے۔

اب اگلے مراحل میں ان مقامات کی نشاندہی کی جاتی ہے جن مقامات پر کیرن نے قرآنی آیات کی من چاہی تاویل پیش کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی ذات یا کردار کی منفی تصور پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی اولوالعزمی کا انکار

نبی اکرم ﷺ نے بعثت کے بعد پہلے تین برس خفیہ تبلیغ فرمائی تھی۔ اس دوران چونکہ کھلے عام اسلام کا پیغام ہر کسی تک نہیں پہنچایا گیا تھا، لہذا مسلمان ہونے والوں کی تعداد چالیس تک رہی تھی[5]۔ کیرن آرمسٹرانگ اس کو نبی اکرم ﷺ کی ناکامی سے تعبیر کرتی ہیں نیز وہ یہ تاثر بھی قائم کرنے کی کوشش کرتی ہیں کہ آپ ﷺ اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام آپ ﷺ کے اعصاب پر بھاری تھا۔ اسی لیے وہ لکھتی ہیں کہ 615ء میں اللہ نے آپ ﷺ کو اپنے قبیلے بنی ہاشم کو اسلام کی دعوت دینے کی ہدایت فرمائی: وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ6 "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔" اس حکم کے نازل ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی سے کہا کہ یہ کام میرے بس میں نہیں ہے۔

The task is beyond my strength," He told Ali, but he went ahead[7]

---

[4] ایس ایم زمان چشتی، نقوشِ سیرت، پراگریسو بکس، لاہور، (2007ء)، ص 141

[5] صفی الرحمان مبارک پوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، (2001ء) ص 109

[6] الشعرا: 214

[7] Muhammad: A Prophet of our time, P. 54

"یہ کام میری طاقت سے باہر ہے"۔ آں حضرت نے حضرت علی سے فرمایا"۔

کیرن نے قرآنی آیت کو بیان کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کو کمزور اعصاب کی مالک شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ حالانکہ جس قرآنی آیت میں آپ ﷺ کو اپنے قریبی رشتہ داروں میں دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے اس میں ایسا کوئی کلمہ نہیں ہے جس سے آپ ﷺ کی کوئی نفسیاتی یا عملی کمزوری مترشح ہوتی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہے گئے، نبی اکرم ﷺ سے منسوب الفاظ کا کوئی حوالہ بھی پیش نہیں کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآنی آیت کی فاسد تاویل ہے۔ اس کے برعکس کتبِ سیرت کی مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کے بعد آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر اہل مکہ کو بلایا اور اسلام کی دعوت دی[8]۔ اس کے یکے بعد دیگرے واقعات میں آپ ﷺ کی مساعی سے کیرن کا مقدمہ مسترد ہوتا ہے۔

بت پرستی سے نبی اکرم ﷺ کی ناپسندیدگی کی نفی

کیرن نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مکہ میں لوگ بت پرست تھے اور آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کو کفر و شرک سے نکال کر توحید کی جانب گامزن کیا جائے۔ لیکن مشرکین آپ کی دعوت کو پذیرائی نہیں دے رہے تھے اس لیے قرآن مجید میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین ہونا چاہیے۔ اپنا ذاتی ایمان ہی آپ ﷺ کے لیے اطمنیان بخش تھا:

> Like the hanifs, he was convinced that Allah was the only God, but he did not at first condemn the worship of the stone idols round the Kabah or the cult of the three gharaniq. Like most of the great religious sages, he was not much interested in orthodoxy[9].

> حنیفیہ کی طرح آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود واحد ہے لیکن آپ ﷺ نے ابتداء میں کعبہ کے اردو گرد رکھی گئی پتھر کی مورتیوں یا تین غرانیق کی مذمت نہ کی۔ دنیا کے دوسرے ادیان کے عارفوں اور حکیموں کی طرح آپ ﷺ کو بھی انتہا پسندانہ نظریات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

کیرن نے اپنے موقف کی بنیاد اس آیت پر رکھی ہے:

---

[8] ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی، فقہ السیرہ، اردو ترجمہ بعنوان: دروسِ سیرت، مترجم: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، نشریات، لاہور، (2007ء)، ص 136، 137

[9] Muhammad: A Prophet of our time, P. 56

وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ[10]

پھر بھی اگر تم منہ موڑتے ہو تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا ہے، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلم بن کر رہوں۔

یہاں کیرن آرمسٹرانگ نے مابعد جدیدیت (Post Modernism) کے فلسفہ کے پیروکاروں کی تائید میں پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کی غیر حقیقی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ حنیفیہ کی طرح آپ ﷺ مشرکین کے بت پرستانہ افعال سے سخت نفرت کرتے تھے۔ جس معاشرے میں چھوٹے سے سفر سے قبل بھی بتوں کے سامنے جا کر فال نکالی جاتی تھی، ہر کام کے لیے الگ دیوتا منتخب کیا جاتا تھا۔ اس معاشرے میں کسی شخص کا ہر قسم کی مشرکانہ مذہبی رسوم سے مکمل طور پر قطع تعلق ہو کر رہبانیت پرستانہ مذہب کے لیے مذمت کی ہی ایک صورت تھا۔ اس کی سب سے بڑی مثال مشرکین کی تمام سرگرمیوں سے الگ ہو کر آپ ﷺ کا غار حرا میں "تحنث" اختیار کرنا تھا[11]۔

قصہ غرانیق کی واقعیت

مکہ مکرمہ میں نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے منسوب واقعات میں سے ایک واقعہ "قصہ غرانیق" کہلاتا ہے۔ مستشرقین کا دعویٰ ہے کہ یہ واقعہ حقیقت میں رونما ہوا تھا جب کہ مسلمان محققین اس کو من گھڑت قرار دیتے ہیں۔ استشراقی فکر کی نمائندہ ہونے کے ناتے کیرن آرم سٹرانگ یہ باور کروانے کی کوشش کرتی ہیں کہ واقعہ غرانیق حقیقت میں رونما ہوا تھا۔ اس موضوع پر مصنفہ نے ایک طویل بحث پیش کر رکھی ہیں جس میں ان کا کہنا ہے کہ:

> Some scholars believe it to be apocryphal, though it is hard to see why anybody would make it up[12].

---

[10] یونس:72

[11] تحنث کے مفاہیم اور اس کی کیفیات کے لیے دیکھیے:

- محمد بن محمد الحسینی، تاج العروس، دار الہدایہ، (س۔ن)، ص225
- حمزہ محمد قاسم، منار القاری، دار البیان، دمشق، (1990ء)، ج1، ص35
- سلیمان بن موسیٰ الحمیری، الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، (2000ء)، ص164
- محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، (1990ء)، ج1، ص153

[12] Muhammad: A Prophet of our time, P. 57

بعض اسکالروں کو یقین ہے کہ یہ کہانی وضعی اور غیر مستند ہے تاہم یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ آخر یہ قصہ کیوں وضع کیا گیا ہے؟۔

وہ اس کی واقعیت کو ثابت کرنے کے لیے یہ توضیح پیش کرتی ہیں کہ در اصل نبی اکرم ﷺ مشرکین کے ساتھ مفاہمت کی پالیسی اختیار کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے ایک مرتبہ جب آپ ﷺ پر مشرکین کے دیوتاؤں کی مذمت پر مبنی آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے نماز میں ان کی تلاوت کرتے ہوئے شیطان کے زیر اثر تین اہم دیوتاؤں (غرانیق) کی توصیف پر مبنی کلمات کا اضافہ کر دیا۔ بعد میں آپ ﷺ اس پر پشیمان ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور وحی نازل فرما کر سابقہ آیات کو محو کر کے نئی آیات کا آپ ﷺ کے دل پر القاء فرما دیا۔

کیرن کہتی ہیں کہ یہ صرف آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ سے قبل دنیا میں مبعوث ہونے والے انبیاء کے ساتھ بھی اس نوعیت کے واقعات پیش آچکے تھے اور تمام انبیاء ایسی "شیطانی حرکت" کے مرتکب رہے ہیں۔ کیرن کے الفاظ میں:

> Muhammad's wish for a compromise had distorted the divine message. He was immediately contrite, but God consoled him with a new revelation. All the previous prophets had made similar "satanic" mistakes. It was always a struggle to make sense of the revelations and all too easy to confuse the deeper current of inspiration with a more superficial idea of one's own. But, the revelation continued, "God renders null and void whatever aspersion the shaytan might cast, and God makes his messages clear in and by themselves." An important principle had been established. God could alter his scriptures at the time that they were being revealed to a particular prophet. Revelation was progressive: We might say that Muhammad sometimes saw fresh implications in his message that qualified some of his earlier insights[13].

قریش کے ساتھ مصالحت کی خواہش نے خدائی پیغام کو مسخ کر دیا تھا۔ اس پر آپ ﷺ مغموم ہو گئے لیکن خدا نے متبادل آیات بھیج کر آپ ﷺ کو تسلی دی۔ تمام سابق پیغمبر اسی قسم کی "شیطانی" غلطیوں کا ارتکاب کر چکے تھے۔ وحی کے مضمرات کو سمجھنے کے لیے سخت جدوجہد درکار ہے لیکن اگر کوئی اس

[13] Muhammad: A Prophet of our time, P. 60

وحی میں اپنے مصنوعی خیالات کو شامل کر لے تو اس سے انتہائی آسانی کے ساتھ ابہام پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن وحی جاری رہی (اور خدا نے یہ کہہ کر وضاحت کر دی کہ) آپ ﷺ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا، اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا تو شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا، پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔ پھر اپنی باتیں واضح کر دیتا ہے۔ اس طرح ایک اہم اصول طے ہو گیا۔ جب کسی خاص پیغمبر پر وحی نازل ہو رہی ہو تو خدا اس کو تبدیل کر سکتا ہے۔ وحی کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔ چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور نے بعض اوقات پیغام خداوندی سے تازہ نتائج اخذ کر لیے جس سے آپ ﷺ کی سابق بصیرت کی تصدیق ہو گئی۔ اس ضمن میں کیرن نے مندرجہ ذیل قرآنی آیت سے استشہاد کیا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ[14]

ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی ایسا نہیں بھیجا ہے جس نے کوئی آرزو کی ہو اور شیطان نے اس کی آرزو میں خلل نہ ڈالا ہو، مگر اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے خلل کو مٹا دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو مضبوط کر دیتا ہے، اور اللہ علیم اور حکیم ہے۔

کیرن اپنے دعاوی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہیں کہ قرآن مجید کی رو سے:

- نبی اکرم ﷺ قریش کے ساتھ صلح وصفائی رکھنا چاہتے تھے اور اس کے لیے آپ ﷺ اسلام کی دعوت اور پیغام توحید پر بھی سمجھوتہ کرنے کو تیار تھے۔
- سابقہ انبیاء کی جانب جب وحی نازل کی جاتی تو وہ وحی کے پیغام میں شیطان کی جانب سے القاء کی گئی باتوں کو بھی شامل کر کے "شیطانی حرکت" کے مرتکب ہوتے تھے۔
- آپ ﷺ بھی سابقہ انبیاء کی روش پر چلتے ہوئے اسی جرم کے مرتکب ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو آپ ﷺ کے دل سے حذف کر دیا جن میں شیطانی القاء کی ملاوٹ ہو چکی تھی۔ پھر ان کی جگہ نئی آیات نازل کر دی گئی تھیں۔

[14] الحج:52

قصہ غرانیق کی بنیاد پر قائم مقدمہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناپر کمزور اور نا قابل اعتماد ہے:

پہلی وجہ یہ ہے کہ سورت الحج کی جس آیت کو قصہ غرانیق کے ساتھ مربوط کیا جاتا ہے وہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی جب کہ واقعہ غرانیق کو آپ ﷺ کی مکی زندگی کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے۔ لہذا زمانے کے اعتبار سے ان دونوں کے مابین کوئی ربط قائم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تاحال عربی ادب تراث میں ایسی کوئی مثال نہیں مل سکی جس سے ثابت ہو سکے کہ مشرکین عرب اپنے دیوتاؤں کو غرانیق قرار دیتے تھے۔

تیسری اور اہم وجہ یہ ہے کہ واقعہ غرانیق کو بیان کرتے ہوئے بتایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے سورت النجم کی آیات کو تلاوت کرتے ہوئے مشرکین کے دیوتاؤں کی مذمت سے متعلقہ آیات میں ان کی توصیف و تعریف کی آیات شامل کر دی تھیں۔ حالانکہ سورت النجم کا تمام سیاق ایک نہج پر چلتے ہوئے مشرکین کے بتوں اور ان کے مقدس پتھروں کی مذمت پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

> أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۔ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ [15]
>
> کیا تم نے کبھی لات اور عُزّیٰ کو دیکھا ہے؟ اور تیسری ایک اور دیوی مَناۃ کو؟ کیا تمہارے لیے تو ہیں بیٹے اور اُس کے لیے ہیں بیٹیاں؟ یہ تو بڑی ناروا تقسیم ہے! یہ سب محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ یہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور اپنی من مانی خواہشات کے دَھکے میں آ گئے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اپنے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔

جن آیات کا مقصد ہی مشرکین کے دیوتاؤں کی تحقیر کرنا ہو، ان میں انہی دیوتاؤں کی توصیف کیسے شامل کی جاسکتی ہے؟

قصہ غرانیق سے متعلقہ روایات اور ان کی بنیاد پر مستشرقین کے تیار کردہ مباحث پر مسلمان محققین نے اس قدر کام کر رکھا ہے

[15] النجم:19-23

کہ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر ذی شعور کو یقین ہو جاتا ہے کہ واقعہ غرانیق من گھڑت اور غیر مستند ہے[16]۔

اہل مکہ کے عقائد

کیرن آرمسٹرانگ نے ایک دعویٰ یہ بھی کیا ہے کہ اہل مکہ کے عقائد پر نبی اکرم ﷺ کو کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ ان کے معتقدات وہی تھے جو مسلمانوں میں مقبول تھے۔عقائد اور ایمانیات میں ان کے مابین کوئی فرق نہیں تھا۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے مشرکین کے سرداروں کے عقائد کی اصلاح پر زیادہ توجہ مرکوز نہیں رکھی تھی۔بلکہ آپ ﷺ کی اہم تشویش یہ تھی کہ مشرکین اپنے عقائد کے مطابق اپنے معاملات و امور نہیں چلا رہے تھے۔ان کے قول و فعل میں تضاد اور تعارض پایا جاتا تھا۔لہذا آپ ﷺ کی جانب سے عقائد کے مطابق اعمال کی اصلاح پر زور دیا جاتا تھا۔

> Muhammad had no quarrel with the beliefs of Abu Al-Hakam and Abu Sufyan. In fact, much of their theology was quite correct. They believed without question, for example, that Allah was the creator of the world and the lord of the Kabah. The trouble was that they did not translate their beliefs into action[17]

> حضرت محمد ﷺ کا ابو الحکم اور ابو سفیان کے عقائد پر کوئی تنازع نہیں تھا۔بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے بیشتر نظریات درست تھے۔مثال کے طور پر ان کا ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق اور کعبے کا مالک ہے۔اصل مسئلہ یہ تھا کہ یہ لوگ اپنے عقائد پر عمل نہیں کرتے تھے۔

اس ضمن میں کیرن نے مندرجہ ذیل آیت سے استشہاد کیا ہے:

> وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۔ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۔ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ[18]

---

[16] بعض تحقیقات کی فہرست کے لیے دیکھیے: سید عدیل شاہ، سائرہ جبین ملک، ڈاکٹر ضیاء الدین، نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی کے بارے میں کارل بروکلمان کی آراء، الخادم تحقیقی جریدہ برائے اسلامی تہذیب و ثقافت، جلد4، شمارہ4، (اکتوبر تا دسمبر:2023ء)، ص40
http://www.arjicc.com/index.php/arjicc/article/view/288/240

[17] Muhammad: A Prophet of our time, P. 66

[18] العنکبوت:61-63

اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور چاند اور سورج کو مسخر کیا، تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کدھر سے دھوکہ کھا رہے ہیں؟۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندہ کیا، تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، کہو الحمدللہ، مگر ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔

کیرن نے یہاں مشرکین کے عقائد سے پہلو تہی برت کر ایک ایسا تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے جس سے آپ ﷺ کی دعوتی و تبلیغی مہم ہی نہیں بلکہ نبوت و رسالت کی مقصدیت و غایت میں بھی ابہام پیدا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی درجنوں ایسی آیات پیش کی جاسکتی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کا مشرکین مکہ کے ساتھ اساسی اور جوہری اختلاف ہی عقائد پر تھا۔ نمونے کے طور پر مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ [19]

وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا کچھ مددگار بنا لیے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ [20]

اور مشرکین کہتے ہیں: اگر اللہ چاہتا تو ہم نہ تو اس کے سوا کسی کی عبادت کرتے، نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہی ہم کسی چیز کو بغیر اس کے حرام قرار دیتے۔

نوٹ: اس آیت میں عقیدے کے بجائے عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہ کرنے والوں کو بھی مشرک قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اساسی و اصولی مسئلہ عقیدہ کے حوالے سے تھا۔

[19] الزمر:3

[20] النحل:35

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ [21]

اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں نہ فائدہ، اور کہتے ہیں: یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا [22]

اور انہوں نے اللہ کے سوا ایسے معبود بنا لیے جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں، اور وہ اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں، نہ موت کے، نہ زندگی کے، اور نہ ہی دوبارہ اٹھنے کے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ [23]

کہہ دو: پکار لو ان کو جنہیں تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ بھر کسی چیز کے مالک ہیں، نہ زمین میں، نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے، اور نہ ہی اللہ کو ان میں سے کوئی مددگار ہے۔

مشرکین کے شرکیہ عقائد کی تفصیل پر ہر سیرت نگار نے سیر حاصل گفتگو کی ہے کیونکہ اس کے بغیر آپ ﷺ کی مکی زندگی کی دعوت و تبلیغ کا باب ہی مکمل نہیں ہو سکتا ہے۔ کیرن آرمسٹرانگ نے سیرت النبی ﷺ کی اسلامی تراث سے یکسر آنکھیں پھیر کو جو دعویٰ پیش کیا ہے، ضروری تھا کہ اس کی تائید میں کوئی قرآنی آیت یا نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے کوئی مستند روایت پیش کی جاتی لیکن ایسا نہیں ہوا ہے۔ جس آیت سے کیرن نے استشہاد کیا ہے اس میں مشرکین کے شرک کی نفی نہیں کی جارہی ہے۔ بلکہ حقیقت میں شرک نام ہی اس چیز کا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو خالقِ کائنات اور ربِ ارض و سماوات تسلیم کرے لیکن اس کے ساتھ دیوتاؤں اور دیویوں کو بھی شریک ٹھہرائے۔ جس آیت سے مشرکین کا شرک ثابت ہو رہا ہے اسی آیت کی فاسد تاویل کرتے ہوئے کیرن نے ایک غیر حقیقی موقف پیش کیا ہے جو علمی دنیا میں کسی قسم کی پذیرائی حاصل نہیں کر سکتا

[21] یونس:18

[22] الفرقان:3

[23] سبا:22

ہے۔

اس ضمن میں وہ روایت بھی لائق التفات ہے جس کے مطابق مشرکین مکہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت تلبیہ میں "لبیک لا شریک لک" کے الفاظ پڑھتے تھے لیکن ان کے بعد "إلا شریکًا ھو لك" کہہ کر شرکیہ عقیدے کا بھی اعلان کرتے تھے[24]۔

آخری نقطہ یہ ہے کہ اگر محض اس بات کو عقیدے کی درستی کی دلیل سمجھا جائے کہ ابو جہل اور ابو سفیان کا ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا خالق ہے، تو پھر دنیا کے تقریباً تمام مذاہب کے پیروکاروں کے مابین نزاع کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ تقریباً تمام مذاہب کے پیروکاروں کا ایک خالق ہستی پر ایمان ہے۔ اس صورت میں نوح علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک انبیاء کی بعثت کی مقصدیت ہی سوالات کی زد میں آجاتی ہے۔ جب کہ قرآن مجید اس مقصدیت کو واضح کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ:

> وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُواْ ٱلطَّاغُوتَ۔فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى ٱللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ ٱلضَّلَٰلَةُۚ فَسِيرُواْ فِي ٱلْأَرْضِ فَٱنظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُكَذِّبِينَ
>
> اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا (جو یہ کہتا رہا) کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو۔ پھر ان میں سے کچھ کو اللہ نے ہدایت بخشی، اور کچھ پر گمراہی مسلط ہو گئی۔ پس زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

لہذا قرآنی آیت سے کیرن نے استشہاد کرکے جو مقدمہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے، اسلامی نقطہ نظر سے وہ ناقابلِ اتفاق ہے۔

جنات کا استماع قرآن

نبی اکرم ﷺ نے وادی نخلہ میں کچھ دیر کے لیے قیام فرمایا، وہاں آپ ﷺ نے نماز کے دوران قرآن مجید کی کچھ آیات کی تلاوت فرمائی۔ اس وادی میں موجود جنات آپ ﷺ کی تلاوت سن کر سخت متاثر ہوئے تھے۔ انھوں نے واپس جاکر اپنی قوم کو اس سے آگاہ کیا۔ اس واقعہ کے ضمن میں کیرن آرمسٹرانگ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی تلاوت سننے والے جنات نہیں تھے۔ اگرچہ قرآن مجید نے ان کے لیے "الجن" کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن اس سے مراد ایسے اجنبی لوگ تھے جن سے اس علاقے کے باشندے واقف نہیں تھے۔ اس کے بعد کیرن نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن مجید سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ وادی نخلہ میں آپ ﷺ کی تلاوت سننے والے جنات نہیں بلکہ یہودی ہوسکتے ہیں۔ کیرن کے الفاظ میں:

[24] دیکھیے: عبد الملک ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفۃ، بیروت، (1984ء)، قصہ عمرو بن لحی، ج1، ص223

He felt cheered as he began his homeward journey, and stopped to pray in the small oasis of Nakhlah, where he was overheard by a group of "unseen beings" (jinn). The word jinn did not always refer to the whimsical sprites of Arabia; it could also be used for "strangers," people who had hitherto been unseen. The Qur'an indicates that the travellers, who lurked out of sight in Nakhlah, listening to Muhammad's recitation, may have been Jews[25].

حضور ﷺ نے راستے میں نماز پڑھنے کے لیے نخلہ کے چھوٹے سے نخلستان میں قیام کیا جہاں جنوں کے ایک گروہ نے آپ ﷺ سے قرآن مجید سنا۔ لفظ جن عربوں کے متلون مزاج جن بھوتوں سے منسوب نہیں بلکہ اسے ان اجنبی لوگوں کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جنہیں اس سے پہلے دیکھا نہ گیا ہو۔ قرآن مجید یہ عندیہ دیتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے قرآن سننے والے مسافر، جو وادی نخلہ میں چھپے بیٹھے تھے، یہودی ہوں۔

کیرن نے مندرجہ ذیل آیات اپنے استشہاد کے ضمن میں پیش کر رکھی ہیں:

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ۔ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ۔ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ[26]۔

اور (یاد کرو وہ موقع) جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے کہ قرآن سنیں، پھر جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں وہ (پڑھا جا رہا) تھا، تو انہوں نے کہا: خاموشی سے سنو۔ پھر جب پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تاکہ (انہیں) خبردار کریں۔ انہوں نے کہا: "اے ہماری قوم کے لوگو! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے، جو اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرتی ہے، اور حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے"۔ اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کے پکارنے والے (رسول)

[25] Muhammad: A Prophet of our time, P. 80

[26] الاحقاف:29-32

کی بات مانو اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمہارے گناہوں میں سے کچھ کو معاف کر دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے گا۔اور جو کوئی اللہ کے بلانے والے کی بات نہ مانے، وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتا، اور اللہ کے سوا اس کا کوئی حمایتی نہیں ہو گا۔یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا[27]

(اے نبیؐ) کہو، میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور (جا کر اپنی قوم سے) کہا: ہم نے ایک بڑا عجیب قرآن سنا ہے۔

یہ کہ کر کیرن نے لفظ "الجن" کے مفہوم کا صرف ایک پہلو پیش کیا ہے کہ جن کا لفظ بھوتوں کی طرف نہیں بلکہ اجنبی لوگوں کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ قرآنی اصطلاح "جن" ایک مخصوص طبقہ کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ابلیس کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ[28]

اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو انہوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنات میں سے تھا، اس لیے اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔

یہاں ابلیس کو بھی "جنات" میں سے ایک قرار دیا گیا ہے۔اگر کیرن کے پیش کردہ مفہوم کو مان لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابلیس اُس وقت فرشتوں یا اللہ تعالیٰ کے لیے اجنبی کیوں کر ہو سکتا ہے؟

تفسیر القرآن کا دوسرا ماخذ حدیث ہے۔مذکورہ آیت، جس میں جنات کے قرآن مجید سننے کا ذکر ہے، کی تفسیر صحیح حدیث میں وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجنبی لوگ یا یہودی نہیں بلکہ جنات ہی تھے۔چنانچہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ:

انطلق رسول الله صلى الله عليه وسلم في طائفة من اصحابه --- انه استمع نفر من الجن سورة الجن آية وإنما اوحي إليه قول الجن[29]"

---

[27] الجن:1

[28] الکہف:50

[29] دیکھیے: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الجہر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ علی الجن، ح:450

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ سوق عکاظ (مکہ اور طائف کے درمیان ایک میدان جہاں عربوں کا مشہور میلہ لگتا تھا) کا قصد کیا۔۔۔ چنانچہ شیاطین مشرق و مغرب میں پھیل گئے ۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب شیاطین نے قرآن مجید سنا تو یہ اس کو سننے لگ گئے پھر انہوں نے کہا کہ یہی چیز ہے وہ جس کی وجہ سے تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے اور ان سے کہا کہ "إنا سمعنا قرآنا عجبا" ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی راہ دکھلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم اب اپنے پروردگار کو کسی کا ساجھی نہ بنائیں گے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی "قل أوحي إلى أنه استمع نفر من الجن"۔ آپ کہئے کہ میرے پاس وحی آئی ہے اس بات کی کہ جِنوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا یہی جِنوں کا قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

سب سے اہم بات یہ کہ یہودیوں کو اللہ تعالیٰ اور انبیاء کے ضمن میں اپنی مذہبی کتب کے ذریعے معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ اگر آپ ﷺ کی تلاوت سننے والے بھی یہودی ہی تھے تو پھر تلاوت کو سن کر ان کو تعجب اور حیرت کیوں محسوس ہوئی۔ اس حیرت و استعجاب کا وارد ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ یہودی نہیں تھے۔ کوئی ایسی مخلوق تھی جس الٰہی تعلیمات اور ہدایت سے بے گانہ تھی۔

اخروی نجات کا معاملہ

کیرن آرمسٹرانگ نے سیرت نویسی کے دوران یہ موقف بھی ظاہر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے مطابق کوئی ایک مکتب فکر یا مذہب اکروی نجات کا ضامن نہیں ہے بلکہ ہر مذہب کے پیروکاروں کے لیے یہ نجات ممکن ہے۔ یعنی آپ ﷺ نے اخروی نجات کے تصور کو "Exclusive" نہیں بلکہ "Inclusive" کی صورت میں پیش فرمایا تھا۔ آپ سب کو اخروی نجات کا حق دار سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہودیوں نے اخروی نجات کو صرف ان لوگوں کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے جو یہودیت کے پیروکار ہیں۔ یہودیت کے علاوہ دنیا کے تمام مذاہب کے پیروکار اخروی نجات سے محروم ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ صرف اہلیانِ

کلیسا کو ہی نجات ملے گی۔ یہ جاننے کے بعد آپ ﷺ کو شدید صدمہ پہنچا۔ کیرن نے لکھا ہے کہ:

> The idea of an exclusive religion was alien to Muhammad; he hated sectarian quarrels, and was offended by the idea of a "chosen people" or the conviction that only Jews or Christians could get to Paradise[30] .

مفہوم: نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص مذہب کا خیال ہی اجنبی تھا۔ آپ ﷺ کو فرقہ وارانہ مناقشوں سے نفرت تھی۔ منتخب لوگوں کے اس نظریہ یا عقیدہ سے صدمہ پہنچا کہ صرف یہودی یا عیسائی ہی جنت میں جائیں گے۔

کیرن نے اس موقف کی تائید کے لیے مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے:

> وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ[31]
>
> اور وہ کہتے ہیں کہ جنت میں کوئی ہرگز داخل نہ ہوگا، مگر جو یہودی ہو یا نصرانی۔ یہ ان کی محض تمنائیں ہیں۔ ان سے کہو، اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ ہاں! جو بھی اللہ کے آگے سرِ اطاعت جھکا دے اور نیک عملی اختیار کرے، اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے، اور ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے پاس کچھ نہیں، اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کے پاس کچھ نہیں، حالانکہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح کی بات وہ لوگ بھی کہتے ہیں جن کے پاس علم نہیں۔ تو اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے تھے۔

اخروی نجات کا وہ تصور جو یہودیوں اور عیسائیوں میں مروج تھا، نبی اکرم ﷺ کے لیے بالکل نیا نہیں تھا اس لیے آپ ﷺ

[30] Muhammad: A Prophet of our time, P. 108

[31] البقرہ:111-113

کو یہ موقف جاننے کے بعد کسی نوعیت کا دھچکا محسوس نہیں ہوا تھا۔ خود آپ ﷺ بھی اسی عقیدے کا پرچار فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف اسلام ہی برحق دین ہے اور اخروی نجات ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو اسلام کے پیروکار ہیں:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ[32]

یقیناً اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا، وہ ہرگز اُس سے قبول نہ کیا جائے گا، اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا[33]۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے[34]۔

فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ

پس دیکھو! تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں ہی آنی چاہیے[35]۔

اگرچہ اس ضمن میں معروف آیات ہجرت کے بعد ہی نازل ہوئی تھیں لیکن مسلمانوں کو ان آیات کے نزول سے قبل بھی اس حوالے سے کوئی تردد یا تذبذب محسوس نہیں ہوتا تھا کہ نجات کی راہ صرف اسلام ہے۔ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کی معروف حدیث بھی لائقِ التفات اور قابل غور ہے کہ:

والذي نفس محمد بيده، لا يسمع بي أحد من هذه الأمة، يهودي ولا نصراني، ثم يموت ولم يؤمن بالذي أُرسلت به، إلا كان من أصحاب النار[36]

---

[32] آل عمران:19

[33] آل عمران:85

[34] التوبۃ:33

[35] البقرہ:132۔ آل عمران:102

[36] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ الی جمیع الناس ونسخ الملل بملتہ، ح:153

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اس امت میں سے کوئی بھی شخص، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، اگر میرے بارے میں سنے اور پھر اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے، اور اسی حالت میں مر جائے، تو وہ ضرور جہنمی ہو گا۔

مذکورہ آیات اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اخروی نجات کا صرف اپنے دین کے ساتھ مشروط و مربوط ہونا، نبی ﷺ یا آپ ﷺ کے صحابہ کے لیے نیا تصور نہیں تھا۔ نیز آپ ﷺ نے بھی اخروی نجات کا کوئی ایسا عقیدہ پیش نہیں کیا تھا کہ عصرِ جدید کی مذہبی تکثیریت کے ساتھ مربوط ہو۔ ممکن ہے کہ کیرن آرمسٹرانگ نے مابعد جدیدیت کی تائید میں نجات کے اسلامی بیانیہ کو جدید ذہن کے لیے ایک نئی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہو لیکن یہ کوشش اور اس میں مستعمل مستدلات کی تائید سیرت النبی ﷺ سے ہرگز نہیں ہوتی ہے۔

مذہبی مکالمہ ومباحثہ سے احتراز کی تاکید

مدنی عہد کے ان واقعات پر کیرن آرمسٹرانگ نے خصوصی توجہ مرکوز رکھی ہے جن کا تعلق مسلم یہودی تعلقات یا مسلم مسیحی تعلقات کے ساتھ ہے۔ عہد نبوی سے آج تک یہودیوں اور عیسائیوں میں اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مسلمانوں نے اہم خدمات سر انجام دی ہیں۔ بعض تحقیقات صرف اس موضوع پر شائع کی گئی ہیں کہ اپنے عہد میں نبی اکرم ﷺ نے اہل کتاب میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے کون سے مناہج اور اسالیب اختیار فرمائے تھے [37]۔

کیرن نے یہ پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ تک اسلام کی دعوت پہنچانے سے گریز کرنا چاہیے۔ ان کے ساتھ مذہبی موضوعات پر مباحثوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ اگر ان کی جانب سے اسلام کے خلاف اعتراضات پیش کیے

[37] دیکھیے:

- ڈاکٹر علی بن احمد الاحمد، دعوۃ النبی ﷺ للنصاریٰ وابرز معالمہا وثمارہا، مجلۃ الدراسات الدعویۃ، العدد الاول، (محرم:1429ھ)
- ساری محمد سالم الضروس، منہج النبی فی دعوۃ النصاریٰ عصرہ، مقالہ برائے ایم فل، جامعہ اردن، (2010ء)
- ڈاکٹر محمد بن حسین بن حبیب، منہج الرسول فی دعوۃ اہل الکتاب، دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ، سعودی عرب، (1992ء)

مندرجہ ذیل دو کتابیں یہود و نصاریٰ میں اسلام کی دعوت کا کام کرنے والے مسلمان مبلغین کی رہنمائی کے لیے بھی لکھی گئی ہیں۔

- سعید عبد العظیم، دعوۃ اہل الکتاب الی دین رب العباد، دار العقیدہ للتراث، اسکندریہ، (1997ء)
- انس عبد الحمید القوز، کیف تدعو النصرانیا الی الاسلام، مکتبۃ دار السلام، الریاض، (1413ء)

جائیں یا شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں تو مسلمانوں کو جوابی رد عمل بھی نہیں دینا چاہیے۔ مصنفہ کا مقدمہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ہاں مذہبی مباحثوں سے متعلق کام غیر مفید سمجھا جاتا تھا لہذا آپ ﷺ نے اس سے گریز کرتے ہوئے یہودیوں اور عیسائیوں کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلنے کی دعوت دی تھی۔ کیرن کے الفاظ میں:

> Muslims must remember that every community had its ownspecially revealed din, so they must not take part in these pointless squabbles; if the People of the Book attacked their faith, Muslims must behave with hilm, and courteously reply: "God knows best what you are doing." To avoid this sterile controversy, Muhammad, like the hanifs, decided to return to the "religion of Abraham," who was neither a "Jew" nor a "Christian," because he had lived long before either the Torah or the Gospel.

> مسلمانوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر قوم ایک مخصوص الہامی دین پر کاربند ہے۔ اس لیے انہیں کبھی نہ ختم ہونے والے ایسے بحث مباحثوں میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ اگر اہل کتاب اسلام پر حملہ آور ہوں تو مسلمانوں کو حلم اور بردباری سے یہ جواب دینا چاہیے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کے بارے میں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس بے کار تنازعہ سے بچنے کے لیے حنیف کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی جانب مراجعت کرنے کا فیصلہ کر لیا جو نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی کیونکہ وہ تورات اور انجیل نازل ہونے سے بہت پہلے پیغمبر تھے۔

کیرن نے اپنے مؤقف کی تائید میں مندرجہ ذیل قرآنی آیات پیش کی ہیں:

> لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ۔ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ۔ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ[38]

> یہ سب برابر نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہِ راست پر قائم ہیں، وہ رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔ وہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، اور نیکی کے

[38] آل عمران: 113-115

کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں، اور وہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔اور جو کچھ بھی وہ نیکی کریں گے، اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی، اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ هَاأَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِي مَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

اے اہل کتاب! تم ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد ہی نازل کی گئیں؟ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ دیکھو! تم وہی لوگ ہو جو ایسی بات میں تو جھگڑ چکے ہو جس کا تمہیں کچھ علم تھا، پھر اب ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟ اور اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی، بلکہ وہ ایک اللہ کے ماننے والے فرمانبردار (مسلمان) تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

اس جگہ بھی کیرن نے اسلام کی آفاقیت، دعوت و تبلیغ کے مسلم مواقف،عیسائیوں اور یہودیوں تک اسلام حقانیت کا ابلاغ وغیرہ نظر انداز کر دیا ہے۔ کیرن نے منتخب آیات کی من چاہی تاویل پیش کرتے ہوئے مسلمان علماء و مبلغین کی صدیوں پر مشتمل مساعی پر سوالیہ نشان لگانے کی کوشش کی ہے لیکن سابقہ مواقف کی طرح یہ رائے بھی انتہائی کمزور واقع ہوئی ہے کیونکہ اس کی تائید نہ قرآن مجید سے ہوتی ہے، نہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے اور نہ ہی سیرت النبی ﷺ کا کوئی گوشہ اس کی حمایت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

کیرن نے یہ موقف کیوں اپنایا ہے؟ مقالہ نگاران کا خیال ہے کہ اس کی وجہ عہد وسطیٰ کے متعصب کلیسائی ارباب اختیار ہیں۔ انھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی انتہائی غیر حقیقی تصور کشی کی اور اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کے بارے میں انتہائی گستاخانہ اور مبنی بر کذب معلومات فراہم کیں۔ مسلمان علماء نے ان اکاذیب کا سخت علمی محاکمہ پیش کر کے کلیسائی خیانتوں کو طشت از بام کیا ہے[39]۔ مغربی دنیا کی نئی نسل ان کتابوں کو پڑھ کر ارباب کلیسا پر اپنا اعتماد ختم کر چکی ہے۔ کیرن کو اس ہزیمت کا خوب احساس ہے۔ اسی لیے وہ مسلمانوں کو تجویز دے رہی ہیں کہ یہودی و نصاریٰ کی جانب سے اسلام پر اعتراضات پیش کیے

[39] اس ضمن میں چند اہم کتب کا مطالعہ انتہائی مفید رہے گا:
مولانا وحید الدین خان، شتم رسول کا مسئلہ، مکتبۃ الرسالۃ، دہلی، (2001ء)، باب دوم
ڈاکٹر محمد شہباز منج، وحی و نبوت مصطفیٰ پر مغربی نظریات، القمر اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ، لاہور، (2022ء)

جائیں تو مسلمان جوابی رد عمل کا اظہار نہ کریں۔

قرآن مجید کی متعدد آیات ایسی ہیں جو یہودیوں کی مذہبی روش پر تنقید کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ عیسائیوں کے عقائد کی مذمت و نفی پر بھی آیات کی ایک قابل غور تعداد ملتی ہے۔ مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ مجادلہ احسن اور مباحثہ کے اسالیب بھی قرآن مجید نے شرح و بسط کے ساتھ سکھائے ہیں۔ اس اعتبار سے موضوع سے متعلق تمام آیات کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کیرن آمسٹرانگ کی پیش کردہ تعبیر کے مقابلے میں یہ موقف زیادہ مضبوط ہے کہ:

- اسلام کی دعوت و تبلیغ میں یہودی اور عیسائی بھی مخاطبین کی حیثیت رکھتے ہیں۔
- یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ قرآن مجید نے مجادلہ احسن کی تاکید فرمارکھی ہے[40]۔
- یہودیوں کی جانب سے بالخصوص اسلامی تعلیمات کی توہین کرنے یا ان کو مسخ کرکے پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بعض اوقات یہودیوں کے مخصوص لوگ مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچاتے ہیں، پھر مرتد ہو جاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام ایک متاثر کن دین نہیں ہے[41]۔ اس نوعیت کے ہتھکنڈوں سے نبرآزما ہونے کے لیے قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں واضح طریقہ کار موجود ہے۔
- اگر عیسائیوں کی جانب سے اپنے عقائد کی توضیحات پیش کی جائیں تو مسلمان مبلغین کو خاموش نہیں رہنا چاہیے بلکہ جوابی بیانیہ پیش کرتے ہوئے اصلاحی مساعی کو مؤثر بنانا چاہیے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ ثابت کرنے کے لیے ان کی معجزانہ پیدائش کو بنیاد بنایا گیا تو قرآن مجید نے اس کے جواب میں آدم علیہ السلام کی والدین کے بغیر پیدائش کا مقدمہ پیش کرکے کلیسائی استدلال کو مسترد کر دیا تھا[42]۔ یہاں قرآن مجید نے خاموش

---

[40] وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۖ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر اس طریقے سے جو بہت بہتر ہو، سوائے اُن لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں، اور کہو کہ ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمہاری طرف نازل کیا گیا، ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔ العنکبوت:46)

[41] وَقَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ ءَامِنُواْ بِٱلَّذِىٓ أُنزِلَ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَجْهَ ٱلنَّهَارِ وَٱكْفُرُوٓاْ ءَاخِرَهُۥ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا: "اس چیز پر جو ایمان لانے والوں پر نازل ہوئی ہے دن کے آغاز میں ایمان لاؤ، اور دن کے اختتام پر اس کا انکار کر دو، شاید کہ وہ (یعنی مسلمان) رجوع کر آئیں۔ (آل عمران:72)

[42] إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ

رہنے کی پالیسی اختیار نہیں کی۔

کیرن نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ مذہبی مکالمے یا مباحثے کو سیرت النبی کے حوالے سے "بے کار کام" قرار دیا ہے۔ حالانکہ خود آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کو بھی اسلام کی دعوت دی تھی۔ اہل نجران کے ساتھ ہونے والا مباحثہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰ أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا[43]

اے اہلِ کتاب! اُس چیز پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کی ہے، جو اُس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے، قبل اس کے کہ ہم چہروں کو بگاڑ کر پیچھے پھیر دیں یا ان پر ایسی لعنت کریں جیسے سنیچر والوں پر کی تھی۔ اور اللہ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ[44]

کہو، "اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے: کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنائے۔" پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلمان ہیں۔

ان آیات اور سیرت کی روشنی میں کیرن کے موقف کو قبولیت کرنے کی گنجائش کیونکر نکل سکتی ہے؟

خواتین پر تشدد کی اجازت

کیرن آرمسٹرانگ کے مطابق جب خواتین کے حقوق کی آیات کا نزول ہوا تب مدینہ میں صحابہ کرام نے نبی ﷺ کے سامنے

یقیناً عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے کہ اُسے اُس نے مٹی سے پیدا کیا، پھر کہا "ہو جا" اور وہ ہو گیا۔ (آل عمران:59)

[43] النساء:47

[44] آل عمران:64

سخت احتجاج کیا۔ وراثت میں خواتین کے حصوں کا تعین ہوا[45] تو صحابہ کرام کا احتجاج زیادہ شدت اختیار کر گیا۔ اس احتجاج کے دوران انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیویوں کو مارنے سے متعلق سوال پوچھا تو آپ ﷺ نے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کو بیویوں پر تشدد کرنے کی اجازت دے دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر وراثت میں بیویوں کے حقوق کے تعین کے بعد پیدا ہونے والی بے چینی میں عورتوں پر تشدد کرنے سے بھی منع کر دیا جاتا تو بے چینی میں مزید شدت پیدا ہو سکتی تھی۔ اس عہد میں مسلمانوں کو مشرکین مکہ کی جانب سے حملے کا خوف تھا۔ اگر یہ بے چینی قائم رہتی تو مسلمان اس قابل نہ رہتے کہ وہ دشمن کے ساتھ میدان جنگ میں نبرد آزما ہو سکیں۔ میدان جنگ میں لڑنے والوں کی کامیابی کے لیے لازم ہے کہ ان کو ذہنی طور پر اطمنیان اور تسلی کی فضا فراہم کی جائے۔ کیرن لکھتی ہیں کہ:

1. The controversy split the community and Muhammad was besieged by angry men who felt that Allah was emasculating them[46].
2. Matters came to a head over the question of wife-beating[47]
3. A revelation seemed to give husbands permission to beattheir wives but Muhammad did not like it[48]

1. اس مسئلہ پر امت میں پھوٹ پڑ گئی اور غصے سے مغلوب ان مردوں نے رسول خدا کو گھیرے میں لے لیا جو یہ محسوس کرتے تھے کہ اللہ انہیں ہیجڑا بنا رہا ہے۔
2. بیویوں کے مارنے کے مسئلہ پر سوال سامنے رکھا گیا۔

---

[45] لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

"مردوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا گیا ہے۔" (النساء:7)

يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِىٓ أَوْلَٰدِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ

اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے: مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ (النساء:11)

وَلَهُنَّ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ ٱلثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم

اور تمہاری بیویوں کا تمہارے ترکے میں چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا آٹھواں حصہ ہے۔ (النساء:12)

نیز دیکھیے: سورۃ النساء:176)

[46] Muhammad: A Prophet of our time, P. 145

[47] Muhammad: A Prophet of our time, P. 146

[48] Muhammad: A Prophet of our time, P. 146

3. اس پر وحی نازل ہوئی جس میں عورتوں کو مارنے کی اجازت دے دی گئی لیکن نبی اکرم ﷺ کو یہ کام پسند نہیں تھا۔

اپنے موقف کی تائید میں کیرن نے مندرجہ ذیل قرآن آیت سے استدلال کیا ہے:

وَٱلَّٰتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَٱهْجُرُوهُنَّ فِي ٱلْمَضَاجِعِ وَٱضْرِبُوهُنَّ [49]

اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو، انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو، اور انہیں مارو۔

آیاتِ وراثت کے بعد کیرن نے جس ہنگامے اور احتجاج کے برپا ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس کا ذکر کسی بھی مستند ماخذ میں نہیں کیا گیا ہے۔ اگر واقعی ایسا کوئی احتجاج ہوا ہوتا تو محدثین، مفسرین اور مسلمان مؤرخین نے اس کے تمام طرق کو جمع کر کے پیش کیا ہوتا۔ یہ ایسی چیز ہے جس سے مدینہ کے معاشرتی و سماجی ماحول پر بڑی نوعیت کے اثرات مرتب ہوتے لیکن مآخذ کی اس ضمن میں خاموشی یہ ثابت کرتی ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ کیرن نے جس انداز میں منظر کشی کی ہے، وہ خالصتاً افسانوی اور غیر ثابت شدہ ہے۔

کیرن آرمسٹرانگ نے صحابہ کرام کو ایسے تشدد پسند نفسیاتی مریضوں کے طور پر پیش کیا ہے جن کی عورت پر تشدد سے ہوتی تھی۔ حالانکہ تادیبی ضرب سے قبل مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی خواتین کو نصیحت کر کے راہ راست پر لائیں، ان کو ڈانٹ ڈپٹ کر سمجھائیں، باز نہ آئین تو اپنا بستر الگ کر لیں اور اگر پھر بھی بات نہ بنے اور تادیبی ضرب تک نوبت آ جائے تو، آپ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ چوٹ شدید اور زخمی کرنے والی نہیں ہونی چاہیے [50]۔ مسلمان مفسرین نے ضرب کی شدت کے ضمن میں مردوں کے لیے اس حد پر خصوصی توجہ مرتکز کی ہے [51]۔ نیز فقہا کا متفقہ موقف ہے کہ نصیحت، زجر و توبیخ، نشوز وغیرہ ایسے مراحل کے بغیر تادیبی ضرب والا اختیار استعمال کرنا جائز نہیں ہے [52]۔ ان تمام امور کو نظر انداز کر کے کیرن نے

---

[49] النساء:34

[50] صحیح مسلم، ح:1218

[51] دیکھیے:

- فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، (1420ھ)، ج10، ص71
- عماد الدین ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج2، ص295
- ابو اسحاق الزجاج، معانی القرآن، عالم الکتب، بیروت، ج2، ص48

[52] الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، طرق تادیب الزوجۃ، ج10، ص24

سیرت النبی ﷺ کے انتہائی اہم اور مبنی بر اصلاح گوشے کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔

کیرن کا یہ بیان بھی افسانوی ہے کہ لوگوں نے احتجاج کیا اور نبی ﷺ کے سامنے یہ سوال رکھا کہ کیا ہم عورتوں کو مار سکتے ہیں؟ اس کا ذکر کسی مستند ماخذ میں نہیں ہے۔ اس کے برعکس متعلقہ آیت کا شان نزول یہ ملتا ہے کہ:

> "مقاتل کا قول ہے کہ یہ آیت سعد بن الربیع جس کا شمار نقباء یعنی اشراف میں ہوتا تھا اور اس کی بیوی حبیبہ بنت زید بن ابی زہیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ دونوں انصار میں سے تھے۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ اس کی بیوی نے اس کی نافرمانی کی تو اس نے اسے تھپڑ مار دیا۔ بیوی کا باپ اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیٹی سعد سے بیاہ دی۔ اس نے اسے تھپڑ مارا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ اپنے خاوند سے قصاص لے لے۔ چنانچہ عورت اپنے باپ کے ساتھ خاوند سے قصاص لینے کے لئے چلی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واپس لوٹو۔ یہ جبرئیل امین میرے پاس آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے دوسری بات کا ارادہ کیا۔ اور جس بات کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا وہ بہتر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قصاص کا حکم واپس لے لیا[53]"۔

امہات المومنین کے بارے میں مخالفین کا رویہ

کیرن لکھتی ہیں کہ بعض لوگوں نے مدینہ میں یہ ہرزہ سرائی کی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پرکشش ازواج کے ساتھ شادی کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ ہرزہ سرائیاں ایک طرف آپ ﷺ کی گستاخی پر مبنی تھیں تو دوسری طرف ان میں آپ ﷺ کی قتل کی سازش کے اثرات بھی محسوس ہوتے تھے۔ کچھ منافقین نے یہ خبریں پھیلانا شروع کر دیں کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ کبر سنی کے باعث جنسی عوارض میں مبتلا اور ازدواجی تقاضے نبھانے سے قاصر ہو چکے ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی کہ آپ جن ازواج کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں ان کو اپنے پاس رکھیں اور جن کو چھوڑنا چاہتے ہیں ان کو چھوڑ دیں:

---

[53] علی بن احمد الواحدی، اسباب نزول القرآن، اردو ترجمہ بعنوان: اسباب نزول قرآن، اردو مترجم: پروفیسر عبد الرزاق مغل، دار الاشاعت، کراچی، (2005ء)، روایت نمبر 310، ص 141

His controversial attempt to improve the status of women was a godsend to them, and they began to circulate malicious and salacious rumors about his wives. Some made it known that they had their eye on some of the more attractive members of his harem and intended to marry them after his death a suggestion that carried more than a hint of assassination. It was whispered that Muhammad was now too old to satisfy his wives or that he had a testicular hernia[54]

آپ ﷺ نے خواتین کی حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے جو متنازع کوششیں شروع کر رکھی تھیں، مخالفین کے لیے وہ نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئیں اور انھوں نے ازواج مطہرات کے بارے میں جھوٹی اور گمراہ کن افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔ بعضوں نے یہ ہرزہ سرائی کی کہ پرکشش ازواج پر ان کی نظر ہے اور وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے قتل کا عندیہ تھا۔ یہ سرگوشیاں بھی ہو رہی تھیں کہ آپ ﷺ اس قدر کبر سن ہو چکے ہیں کہ ازواج مطہرات کو مطمئن نہیں کر سکتے اور آپ ﷺ کو جنسی عوارض لاحق ہو گئے ہیں۔

کیرن نے مندرجہ ذیل آیات کی بنیاد پر یہ منظر نامہ تشکیل دیا ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَى أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا[55]

یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ان کا بعض، بعض پر دوسرے ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کوئی نیکی کرو۔ یہ (حکم) کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا[56]

[54]Muhammad: A Prophet of our time, P. 154

[55]الاحزاب:6

اور تمھارا کبھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا[57]

ان میں سے جسے تو چاہے مؤخر کر دے اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے دے اور تو جسے بھی طلب کر لے، ان عورتوں میں سے جنھیں تو نے الگ کر دیا ہو تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور وہ سب کی سب اس پر راضی ہوں جو تو انھیں دے اور اللہ جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے۔

جس آیت کی بنیاد پر کیرن نے اپنا افسانوی اور اختراعی مقدمہ قائم کیا ہے اس آیت نبی اکرم ﷺ کی طرف ایسے کسی عارضہ کو منسوب نہیں کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کی مردانگی پر سوال کھڑا کرتا ہو۔

کیرن کا یہ کہنا بھی محل نظر ہے کہ "بعض لوگوں" نے یہ ہرزہ سرائی کی کہ ان کی نظر آپ ﷺ کی پرکشش ازواج پر ہے اور وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ نے کہا تھا کہ وہ نبی ﷺ کی رحلت کے بعد آپ ﷺ کو زوجہ حضرت عائشہ کے ساتھ شادی کا خواہاں ہے۔ آپ ﷺ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اس لیے سن کر آپ ﷺ کو ٹھیس پہنچی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما کر ایسا ارادہ رکھنے اور ایسی بات کرنے سے منع فرما دیا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو اہل ایمان کی مائیں قرار دیا تھا[58]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ کی زبان سے ایک مرتبہ اس نوعیت کا جملہ ادا ہونے کے بعد اس کی ممانعت آ گئی تھی۔ لیکن کیرن نے اس کو بعض لوگوں کی آپ ﷺ کی "پرکشش بیویوں پر نظر" اور "نبی اکرم ﷺ کے قتل کا عندیہ" سے تعبیر کر کے انتہائی غیر علمی عدمِ سنجیدگی کا اظہار کیا ہے۔

---

[56] الاحزاب:53

[57] الاحزاب:51

[58] جلال الدین السیوطی، الدر المنثور، اردو ترجمہ بعنوان: تفسیر در منثور مترجم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، (2006ء)، ج5، ص604

تیسری آیت میں آپ ﷺ کی قوتِ مردانگی سے متعلق کچھ بھی بیان نہیں کیا گیا ہے۔ کیرن نے اس ضمن میں جو کچھ پیش کیا ہے وہ بذات خود ایک "ہرزہ سرائی" ہے۔ اس آیت میں ازواج مطہرات کی باریاں مقرر کرنے کا ذکر ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ:

> اس آیت سے مقصود نبی ﷺ کو خانگی زندگی کی الجھنوں سے نجات دلانا تھا تاکہ آپ ﷺ پورے سکون کے ساتھ اپنا کام کر سکیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں حضور کو پورے اختیارات دے دیے کہ ازواج مطہرات میں سے جس کے ساتھ جو برتاؤ چاہیں کریں تو اس بات کا کوئی امکان نہ رہا کہ یہ مومن خواتین آپ ﷺ کو کسی طرح پریشان کرتیں یا آپس میں مسابقت اور رقابت کے جھگڑے پیدا کر کے آپ کے لیے الجھنیں پیدا کرتیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ اختیار پا لینے کے بعد بھی حضور نے تمام ازواج کے درمیان پورا پورا عدل فرمایا، کسی کو کسی پر ترجیح نہ دی اور باقاعدہ باری مقرر کر کے آپ ﷺ سب کے ہاں تشریف لے جاتے رہے[59]۔

اسی لیے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس آیت کے نازل ہو جانے کے بعد نبی اکرم ﷺ ہم سے اجازت لیتے تھے اور جب مجھ سے دریافت کرتے تو میں جواب دیتی کہ میرے بس میں ہو تو میں آپ ﷺ کسی دوسری زوجہ کے پاس ہر گز جانے نہ دوں[60]۔

زاواج مطہرات کی گستاخی

کیرن آرمسٹرانگ نے یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج کی مدینہ کے مسلمانوں میں کوئی عزت نہیں تھی۔ آپ ﷺ کے ساتھ ملاقات کے لیے آنے والے لوگ ازواج مطہرات کی نبی اکرم ﷺ کے سامنے گستاخی کرتے تھے اور کئی مرتبہ حالات قابو میں نہیں رہتے تھے۔ رات کے وقت جب مدینہ کی گلیوں میں لوگ ٹھنڈی ہوا لینے کی غرض سے نکلتے تو ان میں سے بعض لوگ ازواج مطہرات کا پیچھا کرتے اور ان کے بارے میں فحش باتیں کرتے تھے۔ جب ان کو منع کیا جاتا تو وہ کہتے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ ازواج مطہرات ہیں۔ ہم ان کو لونڈیاں سمجھ کر ہراسگی کا نشانہ بناتے ہیں۔ چنانچہ

---

[59] ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، (س۔ن)، ج4، ص117

[60] صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ: ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیک، ح: 4789

مومنات کو پردے کا حکم دیا گیا تھا۔ کیرن لکھتی ہیں:

When people crowded into his family quarters to put their questions and complaints to Muhammad, some of the men had actually insulted his wives before his very eyes. The situation was getting out of hand. At night, when it was cooler, Medina came to life, and people liked to walk about and socialize outside, enjoying the fresher air, but since the siege, women had been attacked on the streets. When the Prophet's wives went out together, the Hypocrites had started to follow them, yelling obscene suggestions and making lewd gestures. When challenged, they protested that in the darkness they had mistaken the women for slave girls, who were considered fair game for this type of harassment[61]

جب انبوہ کی صورت میں الوگ اپنے سوال اور شکایتیں لے کر ازواج مطہرات کے حجروں میں آتے تو کئی لوگ حضور ﷺ کی نظروں کے سامنے امہات المومنین کی توہین کر دیتے۔ یہ صورت حال قابو سے باہر ہوتی جارہی تھی۔ جب رات کو موسم قدرے ٹھنڈا ہوتا تو مدینہ کی گلیوں میں چہل پہل ہوتی اور لوگ تازہ ہوا میں چہل قدمی اور باہمی میل ملاپ کے لیے گھروں سے نکل آتے تھے۔ البتہ (خندق کے) محاصرے کے بعد گلیوں میں عورتوں پر حملے ہونے لگے۔ ازواج مطہرات جب اکٹھے باہر نکلتیں تو منافقین ان کا پیچھا کرتے اور فحش آوازے کستے اور گھٹیا اشارے کرتے۔ جب ان لوگوں کو فحش حرکات سے منع کیا جاتا تو وہ یہ بہانہ کرتے کہ انھوں نے اندھیرے میں خواتین کو غلطی سے لونڈیاں سمجھ لیا ہے جنہیں ہراساں کرنے میں کوئی حرج تصور نہیں کیا جاتا تھا۔

شاید اسی لیے کیرن کے مطابق:

1. The hijab verses have become extremely controversial[62]
2. These directives did not apply to all Muslim women, but only to Muhammad's wives[63]

1. حجاب کی قرآنی آیات انتہائی متنازع ہیں۔
2. حجاب سے متعلقہ ان احکامات کا اطلاق نبی اکرم ﷺ کی ازواج پر ہوتا ہے۔ ان کا اطلاق تمام مسلمان خواتین پر

[61] Muhammad: A Prophet of our time, P. 1554, 155
[62] Muhammad: A Prophet of our time, P. 157
[63] Muhammad: A Prophet of our time, P. 158

نہیں ہوتا ہے۔

اپنے اس موقف کی تائید میں کیرن نے مندرجہ ذیل قرآنی آیات پیش کی ہیں:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا[64]

اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقینا انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے آپ پر لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انھیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

یہ درست ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے بارے میں مدینہ کے منافقین کا رویہ بعض اوقات گستاخانہ ہو جاتا تھا لیکن اس کی جس شدت کو کیرن نے اپنے افسانوی مناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ کلی طور پر جھوٹ ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی شخص نے آپ ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کی ازواج کی گستاخی کی ہو۔ اتنا ذکر ملتا ہے ایک مرتبہ نبی ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے اور اس وقت آپ ﷺ کے صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے کسی کا ہاتھ حضرت عائشہ کے ہاتھ کو جا لگا جسے نبی اکرم ﷺ نے ناپسند فرمایا تو حجاب والی آیت نازل ہوئی[65]۔

امہات المومنین پر اوباشوں کی جانب سے آوازے کسنے کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ سدی نے "ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ" کی تشریح میں اتنا بتایا ہے کہ رات کے اندھیرے میں راستوں سے گزرنے والی خواتین پر اوباشوں کی جانب سے آوازے کسے جاتے تھے۔ اہل ایمان خواتین کو حکم دیا گیا کہ وہ حجاب اوڑھ کر باہر نکلا کریں۔ اس طرح باندیوں، لونڈیوں اور گھریلو خواتین کے مابین تمیز پیدا ہو جائے گی اور کسی کو پاک دامن خواتین پر آوازے کسنے کی جرات نہیں ہو سکے گی[66]۔

---

[64] الاحزاب:58،59

[65] جلال الدین السیوطی، الدر المنثور، ج5، ص602

[66] عماد الدین ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، اردو ترجمہ بعنوان: تفسیر ابن کثیر، اردو مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، (2009ء)، ج4، ص322

لہذا اس آیت کی بنیاد پر کیرن کا تراشا ہوا افسانہ جس میں ازواج مطہرات کی گستاخی اور بے ادبی کا عنصر پایا جاتا ہے، علمی اعتبار سے اس لائق نہیں ہے کہ اس کو کوئی اہمیت دی جائے۔ مغربی دنیا میں عورت کے لیے اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کو طرز عمل منصفانہ انداز میں پیش کرنا ایک علمی ضرورت ہے۔ اگرچہ کیرن کا کہنا ہے کہ میری کتاب مغربی تہذیب کے پیروکاروں اور مسلمانوں کے مابین ایک پُل کا کردار ادا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے لیکن اس میں امہات المومنین سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے یہی تاثر ابھرتا ہے کہ کتاب کا مقصد اسلام کو مسخ کر کے پیش کرنا ہے۔

صحابہ کرام پر لوٹ مار کا الزام

کیرن آرمسٹرانگ نے یہ تاثر بھی قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کی جانب سے مسلمانوں کو حکم دیا جا چکا تھا کہ دشمن کے ساتھ صلح کا موقع ملے تو جنگ پر صلح کو ترجیح دیں[67]۔ لیکن صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ نے مشرکین کی سخت شرائط کو قبول کر کے صلح کر لی تب صحابہ کرام کو آپ ﷺ کا صلح کرنا پسند نہ آیا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس صلح کے بعد مسلمانوں کے لیے مشرکین کے تجارتی قافلوں کو لوٹنے کے راستے مسدود ہو جائیں گے۔ جس اقتصادی ناکہ بندی کی وجہ سے وہ دشمن پر حاوی ہو سکتے تھے، آپ ﷺ کی جانب سے صلح کی شرائط کو قبول کرنے کے نتیجے میں وہ ناکہ بندی ختم ہو سکتی تھی۔ کیرن کے الفاظ میں:

> The Qur'an had long stipulated that in the interests of peace, Muslims must agree to any conditions that the enemy proposed, even if they seemed disadvantageous. But many of the pilgrims found these terms dishonorable. The truce meant that Muslims could no longer raid the Meccan caravans; why was Muhammad abandoning the economic blockade that was really starting to bite?[68]

> قرآنِ مجید بہت پہلے یہ اعلان کر چکا تھا کہ مسلمانوں کو قیام امن کی خاطر دشمن کی جانب سے پیش کی جانے والی کسی بھی شرط کو، خواہ وہ بظاہر نقصان دہ ہو، قبول کر لینا چاہیے۔ لیکن بہت سے عازمین نے یہ

[67] کیرن نے مندرجہ ذیل آیت کو اس ضمن میں پیش کیا ہے:

فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ

پھر اگر وہ باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہیں۔ (البقرہ:193)

[68] Muhammad: A Prophet of our time, P. 171, 172

محسوس کیا کہ یہ شرائط توہین آمیز ہیں۔ امن کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان اب مکہ کے تجارتی قافلوں پر حملہ نہیں کر سکیں گے۔ رسول کریم ﷺ اس اقتصادی ناکہ بندی کو کیوں ترک کر رہے ہیں جس کی وجہ سے اہل مکہ مسلمانوں کی گرفت میں آنا شروع ہو گئے تھے؟

اس کے بعد کیرن نے بغیر کسی حوالہ کے بہت بڑا تاریخی مقدمہ قائم کر دیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ:

Mutiny was in the air. The fragile solidarity that had united the pilgrims throughout this dangerous expedition was shattered and the deep rifts that had always existed within the ummah became suddenly apparent[69].

صلح حدیبیہ کے رد عمل میں بد ترین بغاوت ہو گئی۔ اس خطرناک مہم کے دوران عازمین نے متحد ہو کر جس کمزور یک جہتی کو فروغ دیا تھا، صلح کی شرطوں سے اس کے پرخچے اڑ گئے اور وہ گہرے اختلافات، جو ہمیشہ سے امت میں موجود تھے، اچانک کھل کر سامنے آ گئے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا قرآن مجید کی آیتِ صلح کو بنیاد بنانے کا اصل مقصد صحابہ کرام کی کردار کشی کرنا ہے۔ نیز یہ ظاہر کرنا بھی مقصد ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک ناکام رہنما ثابت ہوئے اور آپ اپنے اصحاب کی درست نہج پر تربیت کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔

یہ درست ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت صحابہ کرام کی اکثریت صلح نامہ کی شرائط کو قبول کرنے کے پیچھے نبوی حکمت کو نہ سمجھ سکی تھی۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ساتھ ان شرائط کو قبول کرنے پر باقاعدہ مکالمہ بھی کیا تھا۔ لیکن اس کے پیچھے وجہ یہ ہرگز نہیں تھی صحابہ کرام لٹیرے تھے اور ان کا ذریعہ معاش قریش کے تجارتی قافلوں کو لوٹنا تھا۔ اس کی وجہ صحابہ کرام کو ناگوار گزرنے والی صلح نامہ کی ایک شرط تھی۔ وہ شرط یہ تھی کہ اگر مشرکین کا کوئی شخص مدینہ آ جائے تو مسلمان اس کو واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔ مسلمانوں کا کوئی شخص مکہ چلا جائے تو وہ اس کو واپس نہیں کریں گے[70]۔

کیرن نے یہ نہیں بتایا کہ اس کی مبینہ "بد ترین" بغاوت کن اثرات کا پیش خیمہ بنی؟ وہ کون سے "گہرے اختلافات" تھے جو ماضی میں ہمیشہ موجود رہے تھے؟ یقیناً یہ ایک متعصبانہ تنقید کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تراث میں یہ

[69] Muhammad: A Prophet of our time, P. 172

[70] محمد احمد باشمیل، صلح حدیبیہ، اردو مترجم: اختر فتح پوری، نفیس اکیڈمی، کراچی، (1985ء)، ص205، 206

وضاحت ملتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے معارضہ پر سخت نادم ہوئے۔ وہ اس کے کفارہ کے طور پر روزے رکھتے تھے۔اس کے علاوہ آپ غلاموں کو آزاد کرتے اور صدقہ وخیرات بھی کرتے تھے[71]۔

نتیجہِ تحقیق

اپنی کتاب "Muhammad: The Prophet of our time" میں کیرن آرمسٹرانگ کی ابتداء میں بظاہر یہی دعویٰ کیا ہے کہ اس کی تصنیف کا مقصد مسلمانوں اور مغربی معاشروں کے غیر مسلموں کے مابین قربت پیدا کرنا ہے۔اس ضمن میں مصنفہ نے کتاب کے متعدد مقامات پر آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف بیان کی ہے۔ واقعات سیرت کے بیان میں کیرن کے مصادر میں قرآن مجید بھی شامل ہے اور کتاب کے درجنوں مقامات پر قرآنی آیات کے حوالے دیے گئے ہیں۔
لیکن بعض مقامات پر کیرن نے دو کام کیے ہیں۔

- پہلا یہ کہ اس نے متعصب مستشرقین کی پیروی میں نبی اکرم ﷺ ، امہات المومنین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی ذات اور کردار پر کیچڑ پھینکا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصدِ تصنیف بھی وہی ہے جو دیگر مستشرقین کے پیشِ نظر ہے۔اس سے مسلمانوں اور مغربی دنیا کے غیر مسلموں کے درمیان قربت پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے تعامل میں مزید کشیدگی پیدا ہونے کے امکانات ہے۔
- دوسرا کام کیرن نے یہ کیا ہے کہ سیرت النبی ﷺ پر تنقید کرتے ہوئے قرآن مجید کی متعدد آیات کی فاسد تاویلات پیش کی ہیں یا ان سے غیر علمی انداز میں استشہاد کیا ہے۔ مقالہ نگاران نے کتاب میں موجود گیارہ ایسے مباحث کی نشان دہی کی ہے جہاں سیرت النبی ﷺ کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کوشش کو مؤثر بنانے کے لیے قرآنی آیات کو حوالہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کوئی غیر مسلم، جو اسلامی نصوص سے آگاہ نہیں ہے، اس کتاب کا مطالعہ کرے تو یقیناوہ "یضل به کثیر" کا مصداق بن کر اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

[71] محمد احمد باشمیل، صلح حدیبیہ، ص222